ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

گارساں دتاسی کی تاریخ ادبیات اردو ـــــ نو آبادیاتی تناظر

GARSAAN DETASSI'S HISTORY OF URDU LITERATURE: COLONIAL PERSPECTIVE

*ڈاکٹر نسیم عباس احمر

**ڈاکٹر سمیرا اعجاز

Abstract:

Colonial approach was spread strongly through the writings of orientalist. They tried to depict and present the knowledge as the power symbol.They took religion and history as opposite polls and focused deeply on their differences.Through this, they strengthened the religious and linguistic prejudices.They throw light especially on the weak sides of local inhabitant's religion, politics, geography, superstitions and culture in order to create their own supremacy.Garsaan Detassi was a French orientalist who wrote the history of Urdu literature in Hindustan. This article deals with the colonial approach that is very much invoved in this writing.

Key words: Orientalist, Garsaan Detassi, History of Urdu literature, Colonial Perspective, Culture ,Religion,

نو آبادیاتی اجاروں میں سیاسی، ثقافتی اور اخلاقی کلامیوں کی تشکیل ابھرتی ہے۔ان کلامیوں کی ترویج کا اہم وسیلہ مستشرق رہے ہیں۔ مستشرق محکوموں کو جاہل، کاہل، وحشی، بے عقل، طفل نما اور پسماندہ جب کہ حاکم کو ترقی یافتہ، بالغ نظر، عاقل، اور روشن خیال قرار دیتے ہیں۔وہ ثقافت کا نیا علمی کلامیہ وضع کرتا ہے۔ عظیم ادبی کلاسیک کا اعتراف کرتا ہے اور معاصر مشرق کو زوال آشنا قرار دیتا ہے۔مذہب اور تاریخ کے متون کے اختلافات ابھار کر مذہبی، نسلی، قبائلی اور لسانی فرقہ وارانہ اختلافات بھڑکاتا ہے اور اس مقصد کی بارآوری کے لیے منتخب واقعات اور انتخابی متون کی تعبیرات کے ذریعے منتخب روایات کی حامل ثقافت وضع کرتا ہے۔مقامیوں کے عقائد، توہمات، جغرافیہ، تاریخ، سیاست اور طرز زندگی کے طاقت ور اور کمزور پہلوؤں سے آگہی حاصل کر کے کمزور عناصر کے ذریعے استحصال کے لیے نئے زاویوں کو اجاگر کرتا ہے اور تہذیب و ثقافت کی اصل طاقت کو دباتا ہے۔حکمران کی حکمرانی کی راہ ہموار کرنے میں مستشرق، علم کو طاقت میں بدلنے اور تاریخی نسیان کا اہم آلہ کار بنتا ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، یونی ورسٹی آف اوکاڑا

** اسسٹنٹ پروفیسر، یونی ورسٹی آف اوکاڑا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

اردو میں ادبی تاریخ نویسی کے ابتدائی نمونوں کی فراہمی کا سہرا گارساں دتاسی]۱[کے سر ہے۔انھوں نے "تاریخ ادبیات ہندوی وہندوستانی" کی پہلی جلد ۱۸۳۹ء میں شائع کی۔اس تاریخ کو لکھنے کا خیال ۱۸۲۸ء میں گلکرسٹ کی قواعد کا مطالعہ کرتے ہوئے پیدا ہوا۔اس کتاب کو ملکہ برطانیہ کے نام سے منسوب کی گیا ہے]۲[۔۱۹۶۰ء میں لیلیان سیکستین نازرو نے اس تاریخ کا اردو ترجمہ کرکے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اس مترجمہ تاریخ میں صرف ہندوستانی(اردو) مصنفین کا تعارف شامل ہے۔مذکورہ اردو ترجمے کی اشاعت بہ عنوان "تاریخ ادبیات اردو"،ڈاکٹر معین الدین عقیل کی ترتیب وتدوین سے ۲۰۱۵ء میں عمل میں آئی۔

گارساں نے اس تاریخ میں نو آبادیاتی بیانیے کا کہیں بین السطور اور کہیں براہِ راست اظہار کیا ہے جس میں نو آبادیاتی حربے بھی اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔ مشرقی بادشاہوں کے مزاج، ظلم، تخت نشینی، سزاؤں اور ان سے انگریزوں کے رویے کو بھی پیش کیا گیا ہے۔انھوں نے اس تاریخ کے دیباچے میں مشرقی بادشاہوں کے بارے میں واضح کیا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں اور کسی میں ان کے حکم کی تردید کی جرأت نہیں اور اُن سے حق بات منوانا مشکل امر ہے۔انھوں نے ایشیا کے بادشاہوں کو مغرور اور ظالم قرار دیا ہے۔ابو الحسن تاناشاہ کے تعارف میں بیان کرتے ہیں کہ قید میں چوں کہ انھیں مراعات اور سامانِ راحت میسر نہیں تھا اس لیے اُن کی موت واقع ہو گئی۔ ٹیپو سلطان کے حوالے سے لکھا کہ وہ حیدر علی کے بیٹے تھے اس لیے بغیر کسی دقت کے تخت کے وارث ہو گئے۔ منشی راجہ رام کے تعارف میں اورنگ زیب کے مذہبی تعصب کا بین السطور اظہار کیا ہے، کہ اورنگ زیب نے ہندووں کے مقدس شہر بنارس میں خوب صورت مسجدیں تعمیر کروائیں۔۱۸۵۷ء میں بادشاہ دہلی کا وہ اعلان نامہ جو راجاؤں، نوابوں کو مخاطب کرکے کیا گیا، کو دلچسپ قرار دیا ہے۔ اکثر شہزادے اور بادشاہ امورِ سلطنت کی الجھنوں سے بھاگتے ہوئے خود کو ذہنی وفنی مشاغل میں مصروف رکھتے ہیں۔بہادر شاہ ظفر کے تعارف میں کہتے ہیں کہ ٹیپو اور شاہ عالم نے بھی فتوحات سے قطع نظر علمی و ادبی مشاغل میں زیادہ دلچسپی لی۔ بعض بادشاہ تو مرہٹوں کی مدد سے تخت نشیں ہوئے،اس حوالے سے اکبر شاہ ثانی کی مثال دی ہے۔ضعیف بادشاہوں کے تخت سے چمٹے رہنے کو بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً اکبر شاہ ثانی اپنے باپ شاہ عالم ثانی کی طرح اور اکبر شاہ ثانی کا بیٹا بہادر شاہ ظفر، ۶۰ سال سے زائد عمر میں بھی تخت پر براجمان رہے۔

انگریزوں کی نوابوں کی معزولی کا جواز بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً نواب وزیر علی وزیر، نواب آصف الدولہ کے بیٹے اور جانشین تھے مگر معزول کر دیا کہ وہ لارڈ ٹیگنیتھ نے اسے اس لیے معزول کر دیا کہ نواب آصف الدولہ کی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

غیر منکوحہ بیوی کے بیٹے سمجھے جاتے تھے۔ نواب واجد علی شاہ کی نظر بندی کا جواز یہ فراہم کرتے ہیں کہ انھیں کلکتہ میں احتیاطاً کچھ عرصے کے لیے نظر بند کیا گیا۔

نو آبادیاتی عہد میں زبان کے بہ طور ہتھیار کا بیان بھی ملتا ہے۔ ہندوستان میں فارسی کی جگہ اُردو رائج کرنے کو عوامی فائدہ قرار دیتے ہیں۔ اس تاریخ کے دیباچے میں بیان کرتے ہیں کہ انگریزوں نے کچھ مدت کے لیے فارسی کو سرکاری زبان قائم رکھا بعد ازاں عوامی مشکل کو سمجھتے ہوئے کہ فارسی بیرونی زبان ہے، عوامی فائدے میں ۱۸۳۱ء میں ہر صوبے کے لیے فارسی کی جگہ علاقائی زبان کو فروغ دیا۔ سید پروانہ شاہ کے تعارف میں بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلے فارسی میں شاعری کرتے تھے بعد ازاں قبول عام کے لیے مادری زبان اُردو میں شاعری کی۔ چوں کہ اُن کے خیال میں فارسی زبان مردہ زبان بن چکی تھی۔ یہی صورت غلام ہمدانی مصحفی کے ضمن میں بھی بیان کی ہے کہ جب اُنھوں نے محسوس کیا اُردو زبان، فارسی کی طرح مقبول عام اور ہمہ گیر حیثیت حاصل کر چکی ہے تو فارسی شاعری ترک کر دی اور بغیر کسی کی مدد کے دہلی محاورے میں اُردو لکھنے لگے۔ اردو ہندی تنازع میں ان کے کردار کے مختلف محرکات کی نشان دہی رضیہ نور محمد یوں کرتی ہیں:

> "زبان کے بارے میں گارسیں دتاسی مستشرقین کے اس گروہ سے مماثلت رکھتا ہے جو اردو ہندی کے جھگڑے میں اردو کی حمایت میں تھے۔ ممکن ہے اس کا سبب یہ بھی ہو کہ گارسیں کی زیادہ تر خط و کتابت ان یونیورسٹیوں سے تھی جو پنجاب اور سرحد کے علاقے میں برطانوی استعمار کی بنیادیں مضبوط کر رہے تھے اور خلوص نیت سے یہ سمجھتے تھے کہ برطانوی اقتدار کی اصل اساس پنجاب و سرحد کی فوجی صلاحیتوں پر منحصر ہے اور یہاں کے باشندوں میں مقامی زبانوں کے علاوہ اردو کی برتری کا علاقہ اردو زبان کی ترویج و ترقی کا مسکن بننے لگا تھا۔۔۔ برطانوی احساس برتری نے اردو ہندی کے محاربانی پہلوؤں پر مرکوز کر دیا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ اردو ہندی نزاع کی بنیاد ہی فورٹ ولیم کالج میں گلکرسٹ کے ہاتھوں پڑی۔۔۔ گارسیں کے خیالات اور شمال مغرب میں مقیم برطانوی افسروں کی اکثریت کے خیالات میں ایک معنوی ربط پایا جائے تو اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"[۳]

اُردو کے ساتھ ساتھ سنسکرت کے فروغ میں انگریزوں کے کردار اور ہندوؤں کے اغماض پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مرزا اسماعیل تپش کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ وہ سنسکرت کے ماہر تھے۔ انھیں مسلمان ہو کر بھی سنسکرت زبان کا ذوق تھا جب کہ برہمنوں نے سنسکرت کو نظر انداز کیا، ساتھ ہی یہ بھی بیان دیا کہ انگریز علما نے سنسکرت کے احیاء کے لیے بہت خدمات انجام دی ہیں۔ لالہ گنگا داس ضمیر کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ سنسکرت سے واقف

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

تھے جب کہ ہندو عالم اس سے بہت کم آشنا ہیں۔ مسلمانوں کی ہندی خدمات اور ہندو رسم و رواج سے متاثر ہونے کی بابت بھی لکھا ہے۔ قلندر بخش جرأت کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ وہ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن اُنھوں نے ہندی دوہے، گیت اور پہیلیاں لکھی ہیں اور منتخب کلیات میں ہندی شاعری کو شامل نہیں کیا۔ گارساں جہاں موقع ملتا تفرقے کو واضح کرتے ہیں۔ ثریا حسین نے اس تاریخ کو ہندو مسلم اتحاد کی مثال قرار دیا ہے جسے مذکورہ تاریخ کا متبادل بیانیہ کہا جا سکتا ہے۔

> "دتاسی کی تاریخ ادبیات سے ہندو مسلم اتحاد کا اندازہ ہوتا ہے اور متحدہ قومیت کا بھی تصور ابھرتا ہے۔ بلاشبہ یہ ہندوستان کی سماجی تاریخ، طرز زندگی، عقائد و روایات اور شعر و ادب کا قیمتی ماخذ ہے اور اردو دانش وری میں قابل قدر اضافہ ہے۔"[۴]

مسلمانوں کے ہندو رسم و رواج اور معاشرت سے متاثر ہونے کو بھی نمایاں کرتے ہیں مثلاً سید حسین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "گل بکاولی" میں تاج الملک اور گل بکاؤلی کی شادی پہ کہانی ختم ہو جاتی ہے اور سید حسین نے شادی کے بعد کے واقعات بھی تحریر کیے ہیں جو تمام ہندو معاشرت سے متعلقہ ہیں۔

گارساں نے ہندوستان میں مذہبی رواداری کو انگریزوں کی دین کہا ہے، اور کئی مقامات پر اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جن میں انسان دوستی کا پیغام ملتا ہے۔ مثلاً اوہم کی کتاب "مجموعہ عاشقین" کا تعارف دیا ہے کہ اس مثنوی میں مسلم، ہندو اور عیسائیوں سے بالاتر ہو کر خدا سے محبت کا پیغام ملتا ہے۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو قرآنی واقعات، اولیائے کرام اور ہندو دیوتاؤں گنیش، وشنو اور کرشنا کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

مذہبی واقعات کی دیگر الہامی کتابوں میں موجودگی کو بھی پیش کرتے ہیں۔ میر علی امین کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی حکایت قرآن میں بھی ہے اور یہ وہی روایت ہے جو یہودیوں کی روایت اور بیشر کی کتاب میں ایک جیسی ہے۔ شیخ عابد دل کی مذہبی وسیع المشربی کا بیان دیکھیے:

> "ان کے اور ان کے والد کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ دل اور جوشش خود مسلمان تھے لیکن ان کے والد کا تعلق ہندو مذہب سے تھا۔ ایسے واقعات اکثر دیکھنے میں آتے ہیں کہ ہندوؤں نے بت پرستی کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔ رام موہن رائے نے مذہب اسلام کو پورے طور پر قبول نہیں کیا تھا لیکن وہ موحد ہونے کا دعوی کرتے تھے اور اس طرح وہ یہودی، نصرانی یا مسلمان کہے جا سکتے تھے۔ وہ محمد ﷺ اور قرآن کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور مجھے ان سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد ﷺ اور عیسیٰؑ میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے اور دونوں بزرگوں کو خدا کا رسول مانتے تھے۔"[۵]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

مشرقی لوگوں کے مزاج کا بیانیہ، نو آبادیاتی تناظر کا حامل ہے۔ سمبرو (اسیر) کے بیٹے ڈائس سمبر کی متلون مزاجی کو غیر متوازن دماغ کہا ہے اوران کی نظر بندی اور وصیت کی عدم تعمیل کو اسی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ شیخ مہدی علی ذکر کے مزاج کا بیان دیکھیے:

> "وہ یورپین حضرات سے اکثر ملتے رہتے تھے اور غالباً یہ ان کی صحبت کا نتیجہ ہے کہ ذکی نے سائنٹیفک علوم سے دلچسپی لینی شروع کر دی تھی جو عام طور پر ایشیائی باشندوں میں نہیں پائی جاتی ہے۔"][٦]

مرزا رجب علی بیگ رجب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جلد اُلجھ پڑتے تھے ایک بار ایک طوائف سے جھگڑ پڑے اور اُس پر چاقو سے حملہ کیا۔ آفتاب رائے رسوا، فوجی اسلحہ خانہ میں ملازم اور شراب کے عادی تھے۔ ایک ہندو نوجوان سے عشق کے طوفان میں عقل و خرد کھو بیٹھے اور رسوائی بھی ہوئی۔ شری داس بابو نے "امتناع اصراف شادی" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو مشرقی لوگوں کے ہاں شادیوں کے موقع پر فضول خرچی کے خلاف لکھا گیا تھا۔

یورپ کی ایشیا سے بُلند سری کا بیان بھی شامل تاریخ ہے۔ یوسف خان لکھنوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انھیں چاہیے تھا اپنے سفر نامے میں ان باتوں کو زیادہ بیان کرتے جن میں یورپ حقیقتاً ایشیا سے بلند تر ہے۔

ہندوستانی شعرا کی خصوصیات اور مسائل کو بھی نو آبادیاتی بیانیہ کہا جا سکتا ہے مثلاً مرزا آشفتہ کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمان شعرا دیوان ضرور مرتب کرتے ہیں اور جو صاحب دیوان نہ ہو اُسے کمتر خیال کیا جاتا ہے، مبالغہ آمیزی کو ہندوستانی شعرا کا مرغوب فن قرار دیا ہے اور اکثر شعرا کے ہاں اس کے بیانیے کو اجاگر کیا ہے۔ مثلاً مصحفی نے اپنے تذکرے میں مرزا سلیمان شکوہ پر جو مضمون لکھا ہے اسے مشرقی طرز کے بڑے مبالغے کا حامل قرار دیا ہے۔ عاجز کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ نفسانی خواہشات میں مبتلا تھے اور اُن کے نزدیک مشرق میں پر جوش تخیل کے حامل افراد ایسے ہی افعال میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ وہ قدامت پسندی اور جدت پسندوں کے درمیان فرق بھی اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں قدیم طرز کے ہندوستانی شعرا تشبیہات کو بکثرت اور جدید طرز کے شعرا روزمرہ کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ قدیم طرز کو وہ محدود تصوّر کرتے ہیں۔ مومن کے تعارف میں لکھا ہے کہ شیفتہ مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں اور وہ مومن کے ہاں تشبیہات کے کثیر استعمال کو ضرورت سے زیادہ گردانتے ہیں۔ مبالغہ آمیزی کی اس روش کے حوالے سے مشرقی محققین میں محی الدین قادری زور، گارساں کی یوں ہمنوائی کرتے ہیں:

> "ہمارے تذکرہ نویسوں کے مبالغہ آمیز بیانات اور مبہم اسالیب بیان اکثر دفعہ خود ہماری زبان کے اہل تحقیق کو پریشان کر دیتے ہیں۔ گارساں دتاسی تو ایک بالکل غیر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

> ملک اور غیر طرز تمدن کا پروردہ تھا۔ اس کو ان کتابوں سے اصل مطلب اور کام کی باتیں حاصل کرنے میں جو دقت ہوئی ہو گی۔ اس کا اندازہ ہم اردو داں شاید ہی کر سکتے ہیں۔"][۷]

مشرقی ادیبوں کے پسندیدہ موضوعات کے بیان کو بھی نو آبادیاتی تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے مثلاً انھوں نے دیباچے میں مشرقی قصوں میں واعظانہ پہلو کے ساتھ سیاست کو بھی اہم موضوع قرار دیا ہے۔ حمید الرحمن انیس کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ مشرق میں تشبیہ و استعارات کی رنگ آمیزی پسند کی جاتی ہے۔ پنڈت شیو کی کہانی "داستان قاصد ان شاہی" میں مشرقی تہذیب کے مطابق تشبیہ و استعارے کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ لالہ خوب چند ذکا کے ہاں متصوفانہ اور عشقیہ غزلیں ملتی ہیں جو مشرقی شعرا کے محبوب ترین موضوع ہیں۔۔ انھوں نے مشرق میں فحش موضوعات کی پسندیدگی کو بھی کئی مقامات پر اُجاگر کیا ہے۔ ان کے نزدیک قلندر بخش جرأت کی مثنویاں مخرب اخلاق ہیں۔ میر حسن کی مثنویوں کو بھی فحش مواد کی وجہ سے قابل ترجمہ نہیں سمجھتے۔ جعفر زٹلی کے کلام کو فحش نگاری اور عُریانی سے مملو قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں شعرا کے ہاں فحاشی کا بہ کثرت اظہار، ہندوستانی عوام کی پسندیدگی کی وجہ سے ہے۔ مشرقی لوگوں کے اس مزاج کی عکاسی مولوی وحید الدین فرد کے تعارف میں کرتے ہیں کہ اُن کی غزل ہندوستان میں اس لیے مقبول ہے کہ وہ فحش مواد پر مبنی ہے۔ امام علی صاحب قران کے ہاں فحاشی کے مواد پر گارساں کا بیان دیکھیے:

> "بد قسمتی سے میں ان کے نمونے پیش نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ سب کے سب فحش اور عمدہ عامیانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔۔۔ اُنھوں (شیفتہ اور مولوی کریم الدین) نے اپنے تذکرات کو اس قسم کے لغو اور فحش کلام سے گندہ کرنا پسند نہیں کیا۔"][۸]

گارساں نے مشرق میں ترجمہ کے طریقہ کار پر اعتراض کر کے کہ مشرقی علمی کم مائیگی کو نشان زد کیا ہے۔ وہ مشرق کے ترجموں میں مترجم کی تخلیقیت کو اُجاگر کرتے ہیں۔ حیدر بخش حیدری کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ مشرق کے ترجمے تخیلاتی سطح پر اتنے بلند ہیں کہ وہ خالص ترجمہ نہیں رہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک فارسی سے اُردو میں ترجمہ شدہ کتب میں تخلیقی و تصنیفی رنگ غالب آ گیا ہے۔ گارساں نے انگریزوں کی مشرقی لوگوں پر نوازشات کا ذکر بھی کیا ہے۔ مثلاً سید برکت علی برکت صوبہ اودھ کے گورنر جنرل Ochterlony کی ملازمت میں تھے۔ ممتاز عالم ہونے کی وجہ سے جنرل نے نہ صرف اُنھیں اپنی سلطنت میں رکھا بلکہ راجہ پٹیالہ کا مختار بھی مقرر کیا۔ یہاں گارساں انگریزوں کی علم دوستی اور علم پروری کا اظہار کرتے ہیں۔ آغا حسین قلی خاں عشق کو انگریزوں سے خاص تعلق کی وجہ سے قابل عزت عہدے پر فائز کیا گیا۔ راج کرشن بہادر، میر قاسم کے زمانے میں جنگ کے دوران میجر آدم کے ساتھ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

رہے۔ میر جعفر کے صوبیدار ہونے سے قبل بھی وہ انگریزوں سے وفاداری کرتے رہے۔ کلکتہ کے وسط میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو زمین کا بڑا قطعہ بھی دیا جہاں سینٹ جان چرچ تعمیر کیا گیا۔ وہ وارن ہسٹنگز کے منشی اور لارڈ کلائیو کے سیکرٹری رہے، کئی اعزازات سے بھی نوازے گئے۔

محمد حیات کی وفاداری کے صلہ کا بیان دیکھیے:

> "حیات ۱۸۴۸ء میں سکھوں کے مقابلے میں مارے گئے اور ان کی ساری دولت و جائیداد برباد ہو گئی اس لیے کہ اُنھوں نے برٹش حکومت سے وفاداری کا اظہار کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں وہ جنرل نکلسن کے اے ڈی سی تھے اور جب نکلسن لڑائی میں مارے گے تو محمد حیات خان نے ان کی لاش اٹھا کر الگ کی۔ ابیسینیا کی جنگ میں Sir. R. Napier کے اے ڈی سی کے طور پر ان کی سفارش کی گئی تھی اس کے بعد وہ کڑا میں ڈپٹی کمشنر ہو گئے تھے۔ نومبر ۱۸۶۸ء میں انجمن اشاعت علوم لاہور کے جلسے میں انھیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ایک تمغہ انعام میں دیا گیا تھا اور ان کی سماجی خدمات کا عموماً اور کمپنی کی خدمات کا خصوصاً اعتراف کیا گیا تھا۔"][9]

گارساں نے سر سید کے آباؤ اجداد کی بادشاہوں کے ساتھ وفاداری کو بھی بیان کیا ہے مثلاً عالمگیر ثانی کے دور میں سر سید کے دادا کو جواد الدولہ کا خطاب ملا اور پانچ سو سوار اور ایک ہزار پیادہ دستہ کی سپہ گری عطا کی گئی۔ سر سید کے نانا دہلی کے آخری بادشاہ کے مشیر تھے۔ سر سید احمد خاں ۱۸۵۷ء میں بجنور میں برٹش حکومت کے وفادار رہے۔ انگریزوں کی ہندوستانیوں کے لیے پسندیدگی کی وجوہات بھی بیان کی ہیں مثلاً رام چندر نے ریاضی انگریزی کتابوں سے پڑھی تھی وہ ذہین، آزاد اور خوش مذاق تھے اور گارساں لکھتے ہیں کہ انھیں خصوصیات کی بنا پر یورپین انھیں پسند کرتے تھے۔

نو آبادیاتی حربوں میں نمایاں حربہ مذہبی تفریق کا بیان، تفرقے کو اُبھارنا، مذہب مخالف مواد کی نشر و اشاعت ہے۔ گارساں نے ان حربوں کا اظہار کئی مقامات پر کیا ہے۔ مذہب ترک کرنے کا بیشتر مقامات پر ذکر ہے۔ مثلاً شیخ تحسین الدین کی مثنوی "کلاکام" کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کتاب میں دوسرے مذاہب کو ترک کر کے اسلام میں داخل ہونے کے مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ گارساں اس نسخے کی خامیاں بھی بتاتے ہیں کہ اس میں کچھ مخذوف ہو گیا ہے اور لگتا ہے کہ اصل نسخے سے نقل نہیں کی گئی۔ اسی طرح محمد حنیف شوکت علی نے بنارس میں یورپیوں سے دوستی اور اثر و رسوخ سے متاثر ہو کر اسلام چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لی۔ ہندوستانیوں کا اثر و رسوخ کی وجہ سے مذہب ترک کرنا معنی خیز ہے۔ شیخ سلیم نے بہت سے مضامین مذہب مخالفت میں لکھے ہیں۔ مضمون کے نام کتھا سلومی، نصیحت نامہ وغیرہ ہیں۔ سید الدین نے "تجلیات العین" میں محرم میں شعیوں کے ماتم کی مذمت کی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

نواب اقتدار الدولہ عباس نے "مثنوی مرزا عباس" میں خود کو ہم مذہبوں کے تعصب سے بالاتر ثابت کرتے ہوئے مسیحی خیالات کی تائید کی ہے۔ فارغ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وہی فارغ میں جو ظاہر میں ہندو اور حقیقت میں مسلمان ہیں۔ فائز مسیح، ایک ہندو، نواب اودھ کے پاس عربی، فارسی کی تعلیم سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ بعد ازاں فائز کو معلوم ہوا کہ اسلام مکمل نہیں اس لیے عیسائیت کا مطالعہ کیا تا کہ اسلام کی ناکامیابی کا حل تلاش کر سکے۔

گارساں دتاسی نے نو آبادیاتی مقاصد کی بر آوری کے لیے بیشتر مقامات پر قیاس سے بھی کام لیا ہے۔ ان کی قیاسی کمزوریوں کی نشان دہی قاضی عبدالودود یوں کرتے ہیں۔

> "اس کا حافظہ کمزور ہے، اس کی کتابوں میں متضاد و متناقص بیانات بہت ملتے ہیں اور غلط حوالوں کی کمی نہیں۔ وہ دقت نظر سے محروم ہے، اس کی ناقدانہ رائیں عجیب ہوتی ہیں۔۔۔ شہادتیں کافی ہوں تو قطعی رائے قائم نہیں کرتا۔ ناکافی ہوں تو معاملہ برعکس ہے۔ قیاس سے بہت کام لیتا ہے لیکن یہ عموماً غلط ہے۔ قیاس کو روایت کی حیثیت سے پیش کرنے کا عیب بھی اس میں موجود ہے۔"][۱۰

فرقہ بازی کا بیان بہت زیادہ کیا ہے خاص طور پر مسلم فرقے شیعہ کا بیان سب سے زیادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً میر رضا جرأت متقی شیعہ تھے۔ ہر مہینے سادات کو ۳۲ روپے دیتے تھے۔ منشی ذکا اللہ کو حکومت نے دلی کالج میں شیعہ علوم کا پروفیسر مقرر کیا۔ ابراہیم ذوق دہلوی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ اکثر ہندوستانیوں کی طرح شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ مولوی وارث علی سیف کے مرثیوں کے مجموعہ "روضتہ الشہدا" کا ذکر کیا ہے کہ یہ مرثیے محرم کی پہلی دس تاریخوں میں امام باڑوں میں پڑھے جاتے تھے۔ ولی دکنی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب وہ چار خلفا کا ذکر کرتے ہیں تو سنی لگتے ہیں اور حضرت علیؓ کی مبالغہ آمیز مدح کرتے ہیں تو شیعہ معلوم ہوتے ہیں۔ مظہر جانِ جاناں کے تعارف میں تفرقہ بازی کی مثال بھی دیتے ہیں:

> "وہ مذہباً سُنی تھے اور لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی روحانی قوت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ کرامتیں بھی سرزد ہوتی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن مظہر جانِ جاناں اپنے کوٹھے پر بیٹھے تھے، راستے میں سے تعزیہ گزر رہا تھا۔ اُنھوں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ حسین کو شہید ہوئے بارہ سو سال ہو چکے۔ اب ان کا ہر سال غم منانا، تعزیہ اٹھانا اور ان کے مفروضہ مقبروں پر سر جھکانا کسی طرح درست نہیں۔ جلوس میں جو اشخاص علم لیے ہوئے آگے تھے، اُنھوں نے سنا اور انتقام لینے کی ٹھانی۔ محرم کے آخری دن یعنی عاشورہ کو ایک شخص نے ان کے دروازے پر آگ لگائی۔ وہ بے جھجک باہر نکلے۔ اس شخص نے مذہبی جنون میں بلا کچھ کہے سنے، ان پر گولی چلادی۔ وہ بری طرح زخمی ہو گئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

لیکن شدید زخم کے باوجود وہ کسی طرح اپنے کوٹھے پر چڑھ گئے۔ اسی زخم کی وجہ سے ان
کی وفات ہوئی اور اس بنا پر ان کے ہم عقیدہ مسلمان انھیں شہید کہتے ہیں۔"][۱۱

گارساں مذہبی سازشوں کا بیان بھی کرتے ہیں۔ سید احمد شہید کے تعارف کے بیان میں لکھتے ہیں کہ ان کی وہابی جماعت کے لوگوں نے برٹش حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی لیکن اس سازش کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ مذہبی اختلاف کے اخبارات کے مدیروں پر اثرات کو بھی نمایاں کیا ہے۔ مثلاً بلدیو سہائے نے "نور مغربی" اخبار کا اجرا ان لوگوں کے خلاف کیا جو مدیر کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھتے تھے۔ مذاہب کے تقابل پر کتب کا بھی خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے مثلاً مولوی صفدر علی نے "نیاز نامہ" میں عیسائیت اور اسلام کا تقابل کیا ہے۔ اس کتاب کے مخاطب مسلمان ہیں اور مصنف کے تبدیلیٔ مذہب کی وجوہات پر مبنی ہے اور ان دوستوں کے جواب میں لکھی گئی جنھوں نے مصنف کے اقدام کی مذمت کی تھی۔ منشی اندرمان کی کتاب "صولت ہند" میں اسلام پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔ بعض مذہبی لوگوں کو مخبوط الحواس قرار دیتے ہیں مثلاً میاں میراں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انھیں دہلی میں کسی مذہبی مخبوط الحواس نے زخمی کر دیا تھا۔ تاریخی حوالوں سے ہندوؤں کا مسلمانوں کے ہاتھ نہ آنے کا بیان بھی دیا گیا ہے مثلاً ملک محمد جائسی کی پدماوت کے تعارف کے مطابق جب علاؤ الدین نے چتوڑ پر فوج کشی کی تو ۱۳۰۰ عورتیں پدماوت بشمول، پہاڑ کے ایک غار میں چھپ گئیں اور اپنے جسم کو آگ لگا کر خودکشی کر لی تاکہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ آسکیں۔

نصاب کی تشکیل میں نوآبادیاتی ذہنیت کی عکاسی بھی ہوتی ہے مثلاً باغ و بہار کو ہندوستان کے فوجی افسروں کے امتحانات میں اس لیے شامل نصاب کیا گیا ہے کہ یہ اُردو کی بے مثال کلاسیکل کتاب خیال کی جاتی ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ بیتال پچیسی کے انتخاب چھوٹے درجوں کے لیے اور "پریم ساگر" کا انتخاب اعلیٰ درجوں کے لیے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ "پریم ساگر" سے اُردو ہندی تنازع کی ابتدا بھی کی گئی۔ فسانہ عجائب کے ذکر میں گارساں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب اتنی اچھی نہیں جتنی "قصہ چہار درویش" ہے۔ اس کے باوجود اس کتاب کو اُردو امتحانات کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ نصاب کی کتب کے لیے بہت سی کتب کی نشان دہی کے محرکات کی تفصیل ڈاکٹر محمد حمید اللہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"یہاں مزید معلومات ملتی ہیں کہ ظاہری غیر جانبداری اور مذہب سے سرکاری بے
تعلقی کے باوجود فرنگی حکومت نے ملک کو عیسائی بنانے کی کس کس طرح کوشش کی؟
کیوں کہ انگریزی زبان و ادب کے مطالعے میں عام طور پر دینی کتابیں رکھی جاتی
تھیں۔ گولڈن ٹریژری کی نظمیں ہوں یا ملٹن کی، ہنیان کے ناول ہوں یا میری کوریلی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

کے، شروع میں تو جبر بھی کیا گیا۔ مسجدیں اور تعلیمی اوقاف ضبط کیے گئے۔ سرکاری مدرسے کھولنے کی جگہ مشنریوں کے اسکول اور کالج کھولنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ سر ولیم میور نے علی گڑھ کالج کے معائنے کے وقت جو تقریر کی، اس سیاست کا اچھا خاصہ خلاصہ ہے اور قانونی یا ڈپلوماٹک الفاظ میں اپنا مقصد بیان کر دیا ہے۔ اس کام میں سارے یورپ نے ہاتھ بٹایا۔۔۔ چوں کہ گارساں دتاسی کو اس مقصد سے عشق تھا اس لیے اس نے اتنے کثیر معلومات جمع کر دیے ہیں کہ کہیں اور یک جا نہیں ملتے۔ غرض ہمالیہ تلے کے براعظم میں ترویج عیسائیت کی تاریخ کا یہ قیمتی ماخذ ہے۔"][۱۲]

گارساں دتاسی نے تاریخ میں ہندوستانیوں کی انگریزوں کے بارے آرا کو بھی شامل کیا ہے مثلاً مولوی الٰہی بخش کی کتاب "خیال" ہندوستانیوں میں انگریز مخالفت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مثلاً الٰہی بخش انگریزوں کی مذمت، اُن کی عورت کی حکمرانی کی وجہ سے کرتے ہیں اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو بھی ایک بوڑھی ملکہ تصور کرتے ہیں۔

دہلی کی پر آشوب زندگی اور ایسے میں ہجرت کرنا خاص طور پر کلکتہ کی جانب (جو انگریزوں کے زیر اثر تھا) کا بیان بھی ملتا ہے۔ مثلاً شیخ غلام علی حیدر کو دہلی کی سیاسی تبدیلیوں اور پر آشوب دور کی وجہ سے پٹنہ ہجرت کرنی پڑی۔ میر محی الدین فیض نے سقوط دہلی کے بعد بے شمار ممتاز باشندوں نے دہلی کو چھوڑا۔ دہلی کو اکثر جگہوں پر بد قسمت شہر لکھا ہے۔ نہال چند لاہوری کے حوالے سے لکھتے ہیں گذشتہ صدی کا آخری حصہ ہندوستان کے لیے سختی کا دور تھا۔ یہی وجہ تھی نہال چند لاہوری ہندوستان اصل دارالخلافہ کلکتہ کی طرف چلے گئے۔ یہاں ہندوستان کا اصل دارالخلافہ کلکتہ کو قرار دیتے ہیں۔ سیاسی فتوحات کا بیان اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو غدر قرار دینا، بھی اکثر مقامات پر ہوا ہے۔ منشی شمشیر خان کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ ۱۷۶۵ء میں الہ آباد معاہدہ ہوا تھا جس کی شرائط کے مطابق لارڈ کلائیو نے بادشاہ شاہ عالم سے برطانیہ کے لیے بنگال، بہار، اڑیسہ صوبہ جات کو حاصل کر لیا تھا اور شاہ عالم نے ایک سفیر برطانیہ کے حکمران کے پاس بھیجا تھا تاکہ ان صوبہ جات سے متعلق گفتگو ہو سکے۔ مرزا غلام رسول شوق کے ضمن میں لکھتے ہیں ۱۸۵۷ء کے غدر میں وہ امام تھے اور شاہ شرف الدین ملول دہلی کے غدر میں ہلاک ہوئے۔ ہندوستان کے جغرافیے سے متعلق کتاب کی ترتیب میں ایک ہندوستانی مصنف، انگریزوں کے لکھے گئے جغرافیہ سے مدد لیتے تھے۔ گارساں نے اس کا حوالہ علی جان کے تعارف میں دیا ہے کہ علی جان نے "مرقات الاقالیم" میں ہندوستان کا جغرافیہ پوڈ (Piuode) کی کتاب کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

نو آبادیاتی دور میں ہندوستانی لائبریریوں کا انگریزوں کی لائبریریوں میں تبدیلیوں کا ذکر بھی ملتا ہے مثلاً محمد سرمد کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ ان کی کتاب "خلاصہ سلطانی" کا ایک نسخہ سلطان ٹیپو کے کتب خانے میں تھا جو بعد میں فورٹ ولیم کالج کا کتب خانہ بنا دیا گیا۔ انگریز لکھنے والوں اور محققین کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ مثال دیکھیں:

> "اس کتاب میں ہندوستانی ترجمے کے متعلق بڑے دلچسپ نوٹس ملتے ہیں اور اسے گریٹ برٹن اینڈ آئرلینڈ کی اورینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی نے اپنے مصارف سے شائع کرایا ہے۔ ایشاٹک جرنل میں مسٹر ایف تھامسن کے مفید حاشیاتی نوٹ سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب "الشہادت" جو کہ فارسی ناموں سے ترجمہ کی گئی ہیں اصل میں "اخلاقِ جلالی" یہی ہے لیکن قدرے بہتر انداز میں ہے۔"[۱۳]

انگریزوں کے ترجمہ نہ کر پانے کی معذوریوں کا اظہار بھی کرتے ہیں مثلاً غلام حیدر کے اشعار کے ترجمہ کو مبالغہ آمیزی کی وجہ سے ناممکن سمجھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جو کتابیں انگریزوں نے خریدیں، اُن کتابوں کا بیشتر مقامات پر ذکر کیا ہے۔ خریدی گئی کتب کی نوعیت سے انگریزوں کی ذہنیت کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ ان کتابوں کا موضوع مذہبی اختلاف، مذہبی تشریحات اور تفرقہ بازی ہے۔ مثلاً شاہ اسمٰعیل کی کتاب وفات نامہ جو حضرت محمد ﷺ کے انتقال سے متعلق ہے۔ فضل کی "دہ مجلس"، خرم علی کی "نصیحت المسلمین"، مولوی شریف کی "ابطال تقویت الایمان"، قادر بخش صاحب کی "گلستان سخن"، عبد اللہ بن عبد السلام کی "تحفتہ المسائل"، عبد المجید کی "نجات المسلمین"، مولوی عبد الرحیم کی "جملات حیدری"، میر غلام حسن کی "حدیقہ ہندی"، فاضل خان کی "رسالہ صوم و طریقہ صیام"، فیض الحسن کی "تحفہ فقیر"، محمد ہادی کی "رد نصاری" اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی "فتاوی در باب تعزیہ داری" شامل ہیں۔

درج بالا تجزیے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انیسویں صدی میں مستشرق گارساں دتاسی کی ادبی تاریخ نویسی تحقیقی و تنقیدی تناظرات کے اولین نقوش کے ساتھ ساتھ نو آبادیاتی حربوں اور تکنیکوں کا نمایاں ثبوت بھی فراہم کرتی ہے۔

حواشی

۱۔ انیسویں صدی کے فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی(۱۷۹۴ء۔۱۸۷۸ء) محقق،نقاد مترجم،مورخ اور ماہر لسان کی حیثیت سے اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ تذکروں، خطبات، مقالات، تاریخ اور ترتیب متون کا وسیع ذخیرہ ان سے یادگار ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۱۵۵ کے لگ بھگ ہے۔

۲۔ ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، تعلیقات خطبات گارساں دتاسی)لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷(ء ص ۳۵۔

۳۔ رضیہ نور محمد، اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ)لاہور: مکتبہ خیابان، ۱۹۸۵ء(ص ۲۹۰۔

۴۔ ڈاکٹر ثریا حسین، گارسیں دتاسی: اردو خدمات، علمی کارنامے)لکھنو: اتر پردیش اکادمی، ۱۹۸۴(ص ۹۶۔

۵۔ گارساں دتاسی، تاریخ ادبیات اُردو، مترجم للیان سکیسن نازرو، (کراچی: پاکستان اسٹڈی سنٹر، ۲۰۱۵ء) ص ۹۵۳۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

۶۔ ایضاً، ص ۹۷۴
۷۔ محی الدین قادری زور، گارساں دتاسی اور اس کے ہم عصر بہی خواہان اردو) حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس، طبع دوم ۱۹۴۱ء (ص ۱۸
۸۔ گارساں دتاسی، تاریخ ادبیات اُردو، ص ۱۴۳
۹۔ ایضاً، ص ۶۰۷۔
۱۰۔ قاضی عبدالودود، گارساں دتاسی) پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء (ص ۱۰
۱۱۔ گارساں دتاسی، تاریخ ادبیات اُردو، ص ۱۵۳
۱۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اختتامیہ، مقالات گارساں دتاسی، جلد اول) کراچی: انجمن ترقی اردو، طبع دوم ۱۹۶۴ء (ص ۴۱۴
13۔ گارساں دتاسی، تاریخ ادبیات اُردو، ص ۴۷۴

مآخذ

1۔ ثریا حسین، ڈاکٹر۔ گارسیں دتاسی: اردو خدمات، علمی کارنامے۔ لکھنو: اتر پردیش اکادمی، ۱۹۸۴ء۔
2۔ رضیہ نور محمد۔ اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ لاہور: مکتبہ خیابان، ۱۹۸۵ء۔
3۔ سید سلطان محمود حسین، ڈاکٹر۔ تعلیقات خطبات گارساں دتاسی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء۔
4۔ عبدالودود، قاضی۔ گارساں دتاسی۔ پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔
5۔ گارساں دتاسی۔ تاریخ ادبیات اُردو، مترجم للیان سکیسن نازرو۔ کراچی: پاکستان اسٹڈی سنٹر، ۲۰۱۵ء۔
6۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ (مرتبہ)، مقالات گارساں دتاسی، جلد اول۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، طبع دوم ۱۹۶۴ء۔
7۔ محی الدین قادری زور۔ گارساں دتاسی اور اس کے ہم عصر بہی خواہان اردو۔ حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس، طبع دوم ۱۹۴۱ء۔